عرب جمہوریہ مصر   ۱۷صفر ۱۴۴۳ھ

وزارت اوقاف   ۲۴ستمبر ۲۰۲۱ء

ہمدردی قرآن کریم کی روشنی میں

ہمدردی کا شمار ان اعلی اسلامی اقدار اور بلند انسانی اخلاق میں سے ہوتا ہے جس کے ذریعے ایک انسان دوسرے انسان کی مدد کرتا ہے تاکہ وہ اپنی تکلیف اور غم پر قابو پا سکے، قرآن کریم میں تدبر کرنے والا شخص دیکھتا ہے کہ قرآن نے ہمدردی جیسی اعلی اخلاقی قدر کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے، بلکہ اللہ تعالی نے خود اپنے نبیوں، اور نیک اور برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہمدردی کی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ کی قوم نے تکلیفیں پہنچائی اور آپ کو ان کی طرف سے رکاوٹوں اور روگردانی کا سامنا کرنا پڑا تو آپ کے رب نے آپ سے ہمدردی کرتے ہوئے اور آپ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: {وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا} "اور آپ اپنے رب کے حکم سے صبر کیجئے بیشک آپ ہماری نظروں میں ہیں"۔ یعنی آپ کے رب نے آپ کو رسالت کی جو ذمہ داری سونپی ہے اور آپ کی قوم کی طرف سے جس آزمائش میں مبتلا کیا ہے اس کے بارے میں آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کیجئے، بیشک آپ ہماری نظروں میں ہیں ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کی حفاظت کریں گے اور آپ کو اپنی پناہ میں رکھیں گے۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے حق کی آواز کو قبول کرنے سے اعراض کرنے پر دلی دکھ ہوا تو اللہ تعالی نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: {فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا} " شاید آپ ان کے پیچھے افسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائے "۔ اور دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا: {لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ} "شاید آپ اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر دیں گے کہ وہ ایمان نہیں لا رہے "۔ یعنی شاید آپ ان لوگوں کے حق سے

اعراض کرنے اور منہ موڑنے کی وجہ سے غم کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے، یہ اور اس جیسی آیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسلی اور دلاسہ دینے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔

اسی طرح آپ کے رب نے آپ سے ہمدردی کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اپنے نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں، ارشاد باری ہے: {فَإِنَّمَا عَلَيْكَ البلاغ وَعَلَيْنَا الحساب} "پس آپ کے ذمہ صرف پیغام پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔ اور دوسری جگہ پر ارشاد باری ہے: {لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ} " آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ یعنی آپ خود کو کسی انتہائی مشقت طلب کام کا پابند نہ بنائیں، آپ کے ذمہ صرف پیغام پہنچانا اور بیان کرنا ہے اور جہاں تک ہدایت کی توفیق عطا فرمانے کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے ذمہ ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: {إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاء وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ} "بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں، البتہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جانتا ہے"۔

اسی طرح جو شخص قرآن کریم میں تدبر کرتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ جب موسی علیہ السلام کی والدہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بچے کو دریا میں ڈال دیں تو اس کے متعلق خوف کی وجہ سے ان کو دلی دکھ پہنچا تو اللہ تعالی نے ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے اور ان کے دل کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: {وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ} "اور ہم نے موسی کی والدہ کی طرف الہام کیا کہ اسے دودھ پلاتی رہو، پھر جب تمہیں اس کے متعلق اندیشہ لاحق ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور خوف نہ رکھنا اور نہ غمگین ہونا، یقینا ہم اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں"۔ اور جب ان کے بچے کو بڑے احسن طریقے سے ان کی طرف واپس لوٹایا تو پھر ہمدردی کرتے ہوئے فرمایا: {فَرَدَدْنَاهُ إِلَى أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ

وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُون} "پس ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غمزدہ نہ ہو اور تاکہ وہ یہ بھی جان لے کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر اس حقیقت کو نہیں جانتے"۔

اسی طرح قرآن کریم میں سیدہ مریم علیہا السلام کے ساتھ ہمدردی کا بھی ذکر ہے کہ جب انہوں نے معاملہ کی نزاکت کو محسوس کیا تو کہا: {يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا} "کاش! میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور میں بالکل فراموش کر دی گئی ہوتی"۔ پس اللہ تعالی نے ان کے دل کو تسلی دینے کے لئے ان کو ندا دینے والے فرشتے کو حکم دیا، ارشاد باری ہے: {فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا * وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا * فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا} "پس ایک فرشتے نے اسے اس کے نیچے سے پکارا (اے مریم!) غمزدہ نہ ہو تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی جاری کر دی ہے، اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ پکی ہوئی کھجوریں تم پر گرنے لگیں گی، پس تم کھاؤ اور پیؤ اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

برادران اسلام!

ہمدردی کی بہت سی صورتیں ہیں، جیسا کہ مال کے ساتھ ہمدردی کرنا، نصیحت کے ساتھ ہمدردی کرنا، احساسات کے ساتھ ہمدردی کرنا، اور دعا کے ساتھ ہمدردی کرنا، قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب موسی علیہ السلام اپنی قوم سے خوفزدہ ہو کر مصر سے نکلے اور ایک نیک آدمی کے پاس آکر انہیں فرعون کی صورتحال سے آگاہ کیا تو اس نیک آدمی نے موسی علیہ السلام سے ہمدردی کرتے ہوئے اور آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: {لا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ} "ڈرو نہیں، آپ ظالم لوگوں سے بچ گئے ہیں"۔ اسی طرح قرآن کریم نے ذکر کیا ہے کہ جب لوط علیہ السلام اپنی قوم سے خوفزدہ ہوئے تو فرشتوں نے آپ سے

ہمدردی کرتے ہوئے اور آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:{لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ}"نہ خوفزدہ ہو اور نہ غمگین، ہم تجھے اور تیرے گھر والوں کو نجات دینے والے ہیں"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس اعلی اخلاقی قدر سے متصف ہونے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:" جس شخص کے پاس زائد سواری ہے وہ اسے اس شخص کو دے دے جس کے پاس سوار نہیں ہے، اور جس شخص کے پاس زادراہ زیادہ ہے وہ اسے اس شخص کو دے دے جس کے پاس زادراہ نہیں ہے"، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہے کہ اللہ تعالی اسے قیامت کے دن کی سختی سے محفوظ رکھے تو وہ تنگ دست شخص کو مہلت دے یا اس سے قرض کو معاف کردے"، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جب تک بندہ اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالی اس بندے کی ضرورت پوری کرتا رہتا ہے"۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی تو مہاجرین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! ہم نے جن لوگوں کے درمیان آکر قیام کیا ہے ہم نے نہ تو ان سے زیادہ کسی کو فراخدل دیکھا ہے اور نہ ہی ان سے بہتر ہمدردی کرنے والا دیکھا ہے، اور اس سے ان کی مراد انصار صحابہ کرام تھے۔ اسی طرح اشعری قبیلہ کے لوگوں کے اس اعلی اخلاقی قدر سے متصف ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:" اشعری قبیلہ کے لوگوں کا جب کسی غزوہ میں کھانا ختم ہو جاتا ہے یا مدینہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو وہ اپنے پاس باقی ماندہ کھانے کو ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں اور پھر ایک برتن کے ذریعے اسے آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں، وہ مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں"۔

آج ہمیں کس قدر ضرورت ہے کہ ہم اس اعلی اخلاقی قدر سے متصف ہوں تاکہ بھائی چارے کی فضا قائم ہو، معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات مضبوط ہوں اور آپس میں محبت والفت کا دور دورہ ہو۔

اے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت پیدا کر دے اور ہماری ایک دوسرے سے صلح کرادے۔ آمین